اسلامی قانونِ تعزیرات

حدودِ شرعیہ

از: ڈاکٹر عبد العزیز عامر

(ترجمہ: معروف شاہ شیرازی)

(۳)

باغیوں کے خلاف جنگ اور مشرکین اور مرتدوں کے خلاف جنگ میں متعدد حیثیتوں سے فرق ہے، جن میں سے اہم تر یہ ہیں:

۱۔ باغیوں کے خلاف کسی اقدام سے قبل ان کو متنبہ کرنا اور راہِ راست پر آنے کا موقع دینا ضروری ہے۔ ان پر اچانک حملہ کر دینا جائز نہیں۔ اور ان سے لڑنے کا مقصد بھی صرف یہ ہوگا کہ وہ بغاوت سے باز آجائیں۔ ان کا قتل بجائے خود مقصود نہ ہوگا۔ لیکن مرتدوں اور مشرکین کے خلاف جنگ میں یہ پابندیاں ضروری نہیں ہیں۔

۲۔ ان کے ساتھ جنگ اس وقت تک کی جائے گی جب تک وہ لڑتے رہیں۔ اگر وہ بھاگ نکلیں تو بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کر کے ان کو مارنا درست نہ ہوگا۔

۳۔ ان کے زخمیوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے گا جبکہ مشرکین اور مرتدوں کے زخمیوں پر حملہ کرنا جائز ہے۔ جنگِ جمل کے دن حضرت علیؓ نے اپنے منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا "کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔"

۴۔ جنگ میں جو باغی گرفتار ہو جائیں ان کو قتل نہ کیا جائے گا جبکہ مشرکین اور مرتدوں کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ جو باغی قید میں ہوں ان کے بارے میں اگر یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ دوبارہ

جنگ میں شریک نہ ہوں گے تو انہیں رہا کر دیا جائے گا ۔ البتہ اگر اس کے برعکس صورت ہو تو انہیں قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ باغیوں کے ساتھ جنگ ختم ہو جائے ۔ اس کے بعد انہیں رہا کر دیا جائے گا اور جنگ ختم ہو جانے کے بعد بھی انہیں قید میں رکھنا مناسب نہ ہوگا۔[1]

بھاگنے والے باغیوں کا پیچھا نہ کرنے اور ان کے زخمیوں پر حملہ نہ کرنے ، اور ان کے قیدیوں کو قتل نہ کرنے کا مسلک اکثر فقہاء نے اختیار کیا ہے جن میں امام شافعیؒ اور احمدؒ شامل ہیں ۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ قدرے فرق کرتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر باغیوں کا کوئی ایسا گروہ موجود نہ ہو جن سے یہ لوگ جا کر مل سکتے ہوں تو ان کا حکم یہی ہوگا ۔ لیکن اگر ان کا کوئی ایسا جتھا ہو جس سے یہ لوگ جا کر مل سکتے ہوں تو اس صورت میں پیچھا کرنا ، پکڑے جانے والوں کو مار دینا اور زخمیوں پر حملہ کرنا جائز ہوگا ، کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ لوگ اپنے جتھے سے جا ملیں گے اور اہل عدل مسلمانوں کے خلاف از سرِ نو جنگ برپا کر دیں گے ۔ مزید براں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی ایسا جتھہ نہ ہو تو انہیں خوب مارا پیٹا جائے اور قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ بغاوت سے تائب ہو جائیں ۔

پہلے فریق کا استدلال اُن روایات سے ہے جو حضرت علیؓ سے جنگِ جمل کے سلسلے میں منقول ہیں ۔ اُن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ۔ نیز وہ لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "ام عبد کے بیٹے ، میری امت کے خلاف جو شخص بغاوت کرے اُس کا حکم کیا ہے ؟" حضرت عبداللہ نے عرض کیا "اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتے ہیں ۔" اس پر حضورؐ نے فرمایا "ان کے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے ، ان کے زخمی پر حملہ نہ کیا جائے ان کے قیدی کو قتل نہ کیا جائے ، اور ان کا مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہ کیا جائے ۔" علاوہ بریں ان کا استدلال یہ ہے کہ باغیوں کے خلاف جنگ کرنے کی اصل غرض و غایت تو ان کو امام کے خلاف سرکشی سے روکنا ہے اور یہ مقصد ان کی ہزیمت سے حاصل ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد ان کو قتل

---

[1] الاحکام السلطانیہ ، الماوردی ص ۵۶ اور اس کے بعد ۔ الاحکام السلطانیہ ، ابو یعلیٰ ص ۳۹

کرنا جائز نہ ہوگا جیسا کہ حملہ آور کا حکم ہے[۵۱]۔

میرے خیال میں جو فقہاء بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرنے اور ان کے مجروحین پر حملہ نہ کرنے کے قائل ہیں انکی رائے زیادہ قابلِ قبول ہے۔ ایک تو اُن دلائل کی بنا پر، جو اِس رائے کے قائلین پیش کرتے ہیں، اور دوسرے اس لیے کہ باغیوں کی شکست کے بعد انہیں قتل کرنا غیر ضروری سختی ہے اور شریعت اسلامیہ کی روح اس سے انکار کرتی ہے تاہم اگر شکست خوردہ باغیوں کے معاملہ میں مزید احتیاط کی ضرورت ہی ہو تو قتل کے سوا تعزیر کی دوسری صورتوں کے لیے دروازہ بہر حال کھلا ہُوا ہے۔ اصل چیز تو مصلحت ہے۔ اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ باغیوں کو سزا دی جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

۵- باغیوں اور مشرکین و مرتدین کے احکام میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ باغیوں کے اموال کو مالِ غنیمت نہ قرار دیا جائے گا اور نہ ان کی اولاد کو غلام بنایا جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے "دارالاسلام ہر اس چیز کی حفاظت کرتا ہے جو اس کے اندر ہے اور دارالشرک ہر اُس چیز کو مباح کرتا ہے جو اس کے اندر ہے[۵۲]"۔

ایک اور فرق یہ ہے کہ باغیوں سے جنگ کرتے ہوئے ان پر گولہ باری نہیں کی جاسکتی، نہ ان کے گھر جلائے جاسکتے ہیں، اور نہ ان کے درخت کاٹے جاسکتے ہیں، کیونکہ جنگ دارالاسلام میں ہو رہی ہوتی ہے اور دارالاسلام اپنی تمام چیزوں کے ساتھ مامون ہے۔ ہاں اگر باغی اہلِ عدل کو گھیر لیں اور ان سے سخت ٹکراؤ کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اہلِ عدل کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس طرح ہو سکے اپنا دفاع کریں۔ اس حالت میں ان کے لیے باغیوں کو قتل کرنا اور ان پر گولہ باری کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ ایک مسلمان کے لیے اپنی جان کی حفاظت کے لیے قتل کا ارتکاب کرنا جائز ہے جبکہ اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ رہے[۵۳]۔

اوپر کی بحث سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ باغیوں کے معاملہ میں مختلف حالات کے لحاظ سے احکام مختلف ہیں۔ بعض حالات میں امام کے لیے یہ جائز ہے کہ ان کو قتل کے سوا دوسری سزائیں دے، مثلاً

---

[۵۱] معین الحکام ص ۱۸۵۔ الشرح الکبیر ج ۱ ص ۵۸ اور اس کے بعد۔

[۵۲] الاحکام السلطانیہ، الماوردی ص ۵۷۔ الاحکام السلطانیہ، ابویعلیٰ ص ۳۹۔

[۵۳] الاحکام السلطانیہ، ابویعلیٰ ص ۴۰

بلکہ گرفتار کرکے انہیں قید کر دے۔ بعض دوسرے حالات میں قتل بھی جائز ہے جبکہ حالتِ جنگ رونما ہو جائے، یا بقولِ بعض ان کی طرف سے پھر جنگ برپا ہونے کا خطرہ ہو۔ کچھ دوسرے حالات میں ان سے نمٹنے کی ایک ہی صورت ہے قتل، اور وہ اس وقت جبکہ اس کے سوا ان کی شورش کو کسی اور طریقہ سے دفع نہ کیا جا سکتا ہو اور مسئلہ خود اپنی جانوں کی حفاظت کا پیدا ہو جائے۔

مسئلۂ بغاوت کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے سے میں جو کچھ سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ جن حالات میں باغیوں کے قتل کی اجازت دی گئی ہے ان میں سے اکثر صورتیں وہ ہیں جو حالتِ جنگ سے متعلق ہیں اور ظاہر ہے کہ جب جنگ جاری ہو تو قتل کے لیے الگ حکم صادر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی صورت اُن حالات کی بھی ہے جن میں باغیوں کے مقابلہ میں دفاع کی خاطر ان کے قتل کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ یہ ان کے اپنے ہی طرزِ عمل کا قدرتی نتیجہ ہے۔ لہٰذا ان احکام سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ باغیوں کے لیے شریعت کی جانب سے ایک حد مقرر ہے اور وہ ہے سزائے موت۔ دراصل ان کی موت شریعت کو مطلوب نہیں ہے جیسا کہ پہلے وضاحت ہو چکی ہے بلکہ وہ بعض ناگزیر حالات میں واقع ہوتی ہے۔ پس یہ کہنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ مختلف حالات میں باغیوں کے لیے جو احکام دیئے گئے ہیں وہ سب تعزیر کی نوعیت رکھتے ہیں جس میں کبھی قتل تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی بنا پر میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ جرمِ بغاوت اُن جرائم میں سے نہیں ہے جن کے لیے شارع نے ایک خاص سزا (حد) مقرر کر دی ہے۔

شاید یہ بغاوت کے جرم کی خاص نوعیت ہی کا تقاضا ہے کہ اس کے احکام ایک طرف مشرکین و مرتدین کے احکام سے مختلف ہیں اور دوسری طرف ڈاکوؤں اور رہزنوں کے احکام سے بھی مختلف ہیں۔ باغیوں کی اصل غرض و غایت یہ نہیں ہوتی کہ وہ لوگوں کا مال لوٹیں، اور خواہ مخواہ لوگوں کو قتل کریں، اور ملک کے اندر فساد پھیلائیں۔ اسی طرح ان کی جدوجہد دینِ اسلام کے خلاف بھی نہیں ہوتی کیونکہ وہ مسلمان ہوتے ہیں اور ان کے مسلمان ہونے میں کبھی کو شک نہیں ہوتا۔ دراصل وہ امام (یعنی حاکمِ وقت اور حکومتِ وقت) کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اُس کے اقتدار کو چیلنج کرتے ہیں اور نظامِ حکومت کو بزور بدلنا چاہتے ہیں۔ ان کی یہ کارروائی محض فساد فی الارض کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ ان کے پاس کچھ اصول اور دلائل ہوتے ہیں

جن کی بناء پر وہ حکامِ وقت یا وقت کے نظامِ حکومت کے خلاف یہ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اپنے نزدیک وہ نیک نیتی سے اسلام کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اس لیے ان کا مقصد عام مجرموں کے جرائم سے بالکل مختلف نوعیت رکھتا ہے اور ان کے نفوس جرائم پیشہ نفوس نہیں ہوتے۔ اگرچہ شریعت اسلامیہ نے ان سے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے جس کے نتیجے میں ان کا قتل ہو جانا بھی ممکن ہے، لیکن یہ تشدد اس لیے روا رکھا گیا ہے کہ اس سے فتنوں اور اضطرابات کو ختم کیا جا سکے اور مسلمانوں کے قانونی سربراہوں کو وہ ضروری استحکام حاصل ہو جو ہر نظام کے لیے ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ بار آور ہو سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شریعت نے اُس غرض کی رعایت بھی ملحوظ رکھی ہے جس کی خاطر یہ جرم کیا جاتا ہے۔ باغیوں کے پیش نظر رئیس مملکت کو معزول کرنا یا وقت کی انتظامیہ کو معزول کرنا ہوتا ہے یا امام وقت کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تمام امور ملکی سیاست اور سیاسی نظام سے متعلق ہیں۔ باغیوں کے پاس اپنے اس خروج کے لیے کوئی نہ کوئی وجہ جواز ہوتی ہے اور کچھ دلائل ہوتے ہیں جنہیں وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ جن وجوہ و دلائل پر وہ اعتماد کرتے ہیں وہ ضعیف ہوتے ہیں، لیکن شریعت اُن کی اِس مخصوص حیثیت کا لحاظ کر کے احکام میں اُن کے اور دوسرے مجرموں کے درمیان فرق کرتی ہے جن کے جرائم کے محرکات اِس سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اوپر ہم نے مختصراً یہ بتا دیا ہے کہ ان کے احکام میں بعض نمایاں فرق کیا ہیں۔ مگر اصولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ باغیوں کو دوسرے مجرموں سے جو بنیادی فرق جُدا کرتا ہے وہ ان کا سیاسی مجرم ہونا ہے نہ کہ اخلاقی مجرم ہونا۔ لہٰذا ان کی سزا میں بھی صرف اس بات کو سامنے رکھا جائے گا کہ وہ اطاعتِ امام کی طرف پلٹ آئیں۔ یہ مقصد حاصل ہو جائے تو اس کے بعد ان پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ اسی طرح جنگ کی حالت میں جو جرائم وہ کرتے ہیں ان کا حکم بھی عام جرائم جیسا نہ ہو گا۔ پھر چونکہ ان کی جنگ کسی شرعی تاویل پر مبنی ہوتی ہے اس لیے ان کا معاملہ مرتدوں اور حربی کافروں سے بھی مختلف ہوتا ہے جنہیں قتل کرنا اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظت دین کی خاطر مطلوب ہوتا ہے۔

باغیوں اور ڈاکوؤں کے درمیان اس لحاظ سے بھی واضح فرق ہے کہ ڈاکوؤں کے پیش نظر لوٹ مار، فساد انگیزی اور لوگوں کی جان و مال پر دست درازی ہوتی ہے۔ یہ ایک ذلیل حرکت ہے جو ایک مجرم